قسط اوّل

حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹ

ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار

یورپ کی صلیبی طاقتوں کو جب شام، فلسطین اور مصر وغیرہ میں اہلِ اسلام کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی تو انہوں نے اب یہ پلان بنایا کہ مشرقی ممالک میں ایک ایسی عیسائی حکومت قائم کی جائے جو طاقت کے بل پر مسلمانوں سے مقامات مقدسہ چھین لے۔ دوسری طرف پرتگالی حکمران ہنری (۱۳۹۴ - ۱۴۶۰ء) نے عیسائی مبلغین کو ایک پیغام بھیجا جس میں ایک چیز یہ بھی تھی کہ غیر مسلم ملکوں پر اسلامی فوجوں کی یورش پر پابندی لگادی جائے۔ یہ ہنری وہی حکمران ہے جس کے باپ یوحنا نے مسلمانوں کو اسپین سے نکالنے میں بنیادی کردار ادا کیا تھا۔ اس شخص کے دل میں مسلمانوں کے خلاف ایک خاص نفرت بھری ہوئی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ دینِ اسلام کو تباہ و برباد کر کے مسلمانوں کا صفحۂ ہستی سے نام و نشان مٹادیا جائے اور پوری دنیا میں مسیحی مذہب کا پھریرا لہرایا جائے۔

اس شخص کے عزائم یہ تھے کہ اسپین سے مسلمانوں کے اخراج کے بعد اب ہندوستان کا رخ کیا جائے اور اس وسیع و عریض ملک کو بھی سرزمین اندلس کی طرح مسیحیت کے دائرہ میں داخل کر لیا جائے۔ اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے اس نے ۱۴۱۷ء میں "یسوع مسیح کے مجاہدین" کے نام سے ایک تبلیغی دستے کی تشکیل کی اور انہیں خطیر رقمیں دے کر افریقہ اور ایشیاء کے ملکوں کو روانہ کیا تاکہ ان ملکوں میں عیسائی تبلیغ کے میدان کو وسیع کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دینِ مسیحی میں داخل کیا جائے۔

(عبدالمنعم النمر: تاریخ الاسلام فی الھند ص ۳۳۳، بانیکار: آسیا والسیطرۃ الغربیۃ ص ۷۴-۷۶)

پاپائے روم نیکولس پنجم نے ۱۴۵۴ء میں اپنے ایک پیغام میں کہا کہ:-

"ہمیں اس بات کی انتہائی خوشی ہے کہ ہمارے بیٹے ہنری بادشاہ پرتگال نے اپنے والد کے نقشِ قدم پر چل کر وہ کام کرنا شروع کیا ہے جو اس کے والد نے (مسلمانوں کو سرزمینِ اندلس سے نکال کر) کیا تھا۔ یہ سب کچھ وہ اس غیرت اور بہادری کے باعث کر رہا ہے جو مسیح کے ایک سپاہی کے اندر ہونی چاہیئے۔ اس نے اللہ کے نام کے ساتھ دور و نزدیک شہروں میں اپنے لوگوں کو بھیجنا شروع کیا ہے جو مسیح کے دشمنوں کو سبق سکھائیں"۔

(بانیکار: آسیا والسیطرۃ الغربیۃ ص ۷۳)

اس سلسلہ میں ایک وفد ہندوستان بھی آیا۔ اس نے مختلف مقامات کا دورہ کر کے واپسی پر شاہ پرتگال کو رپورٹ دی کہ فوجی، سیاسی، تجارتی اور دینی میدانوں میں وہاں کامیابی کے غیر معمولی امکانات ہیں۔ اس رپورٹ کا جائزہ لینے کے بعد ہندوستان کے ساحلی علاقوں گوا، دمن، کلکتہ، اور مالابار میں پرتگالیوں نے سب سے پہلے تجارتی دفاتر قائم کئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے تجارت کے پردہ میں اپنے اصل مشن کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ ان ساحلی علاقوں میں لبنان اور شام کے عیسائیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو لا کر آباد کیا گیا جو تجارت کے پردے میں عیسائی دعوت کے کاموں میں بڑی مہارت اور تجربہ رکھتے تھے۔

ان لوگوں نے وہاں آباد ہوتے ہی وہاں کی غیر مسلم آبادی پر اپنا حربہ آزمایا جو غیر معمولی طور پر کامیاب

رہا۔ ایک طرف تو ان لوگوں نے وہاں کی غیر مسلم آبادی کو عیسائی بنانا شروع کر دیا اور دوسری طرف ان ساحلی علاقوں پر انہوں نے قبضہ کر کے پرتگال کے ساتھ تجارتی تعلقات کو مزید مستحکم اور مضبوط کر لیا جو آگے چل کر عیسائیوں کے لئے فوجی اور اقتصادی لحاظ سے بڑا مفید ثابت ہوا۔

تاریخ کے رپوٹرز بتاتے ہیں کہ عیسائی پادریوں نے کافی زمانے تک اس بات کی کوشش کی کہ مغل عیسائیت قبول کر لیں۔ لیکن جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اسلام کے شیدائی ہو گئے تو پادریوں کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اب مغربی استعمار نے مشرق میں لوگوں کو عیسائیت قبول کرنے کی ترغیب دینی شروع کر دی۔ اور دین کے ذریعہ مشرقی ممالک میں اپنا اثر و نفوذ کرنا شروع کر دیا۔ اسی مقصد کے لئے وہ ساری صلیبی جنگیں لڑی گئیں۔

(التبشیر والاستعمار فی البلاد العربیۃ ص ۱۱۵)

پرتگالیوں نے مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دربار میں مختلف اوقات میں تین وفود بھیجے۔ اکبر نے ان وفود کا نہایت گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ پہلے وفد کے ارکان نے شہنشاہ اکبر سے آگرہ میں ایک گرجا گھر کے قیام کی درخواست کی۔ بادشاہ نے عواقب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے انہیں آگرہ میں ایک گرجا گھر کے قیام کی اجازت دے دی۔ نہ صرف اجازت دی بلکہ اس کے ساتھ شہزادہ سلیم کو تربیت کے لئے ان عیسائی پادریوں کے حوالے کر دیا۔ تین سال تک یہ عیسائی وفد اکبر اعظم کے پاس اس امید میں مقیم رہا کہ شاید بادشاہ عیسائی مذہب اختیار کر لے۔ کیونکہ وہ اندر ہی اندر کچھ ایسے حربے اختیار کر رہے تھے جن کی وجہ سے انہیں قوی امید تھی کہ جلد ہی شہنشاہ اکبر دین عیسوی قبول کر لے گا۔ لیکن ۱۵۸۳ء میں یہ وفد ناکام و نامراد واپس گیا۔ کیونکہ اکبر نے دین عیسوی قبول نہ کیا۔ دوسری طرف شہزادہ سلیم پر تین سال کی تربیت کے باوجود یہ عیسائی اثر انداز نہ ہو سکے۔ اس وجہ سے انہیں اپنے مقاصد مکروہہ میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

اس وفد کے بے نیل و مرام واپس جانے کے بعد اسی طرح کا ایک دوسرا وفد اسی غرض کے تحت ۱۵۹۰ء میں دربارِ اکبری میں حاضر ہوا۔ یہ وفد بھی ۱۵۹۴ء میں اسی طرح نامراد واپس چلا گیا۔ جب پرتگالیوں کو اپنی ناکامی کا احساس ہوا تو انہوں نے پھر تیسرا وفد دربارِ اکبری میں روانہ کیا جس نے لاہور اور آگرہ میں گرجا گھروں کی تعمیر کی اجازت اور سہولت حاصل کر لی۔ جس کی وجہ سے آگے چل کر بہت سی مشکلات پیش آئیں۔ اور ہندوستان کی تاریخ کا رخ اکبر کی اس چھوٹی سے غلطی کی وجہ سے تبدیل ہو گیا۔

(جمال الدین الشیال: تاریخ دولۃ اباطرہ المغول الاسلامیہ فی الہند ص ۹۲)

شہنشاہ اکبر ہو یا کوئی اور مغل بادشاہ، یہ حضرات اپنی شاہ خرچیوں اور غیر ضروری سخاوتوں کی وجہ سے ملت اسلامیہ کو بعض مرتبہ ایسی مشکلات میں ڈال کر گئے ہیں جن کا خمیازہ اہلِ اسلام آج تک بھگت رہے ہیں۔ ان سخاوتوں اور نوازشوں میں اکبرِ اعظم کی ایک نوازش یہ بھی تھی کہ پرتگالیوں نے تجارت کے نام پر گوا اور دوسرے ساحلی علاقوں میں اپنے سیاسی اور تبلیغی اڈے قائم کئے جن میں مسلمانوں اور ہندوؤں کو عیسائی بنانے کی کوششیں کی جاتیں تاکہ عیسائیوں کی آبادی میں اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ پرتگالیوں نے بہت سی جگہوں پر اسلامی سرحدوں میں مداخلت شروع کر دی۔ اور حکومت کے داخلی معاملات میں بھی مداخلت شروع کر دی۔ تجارت کے پردے میں وہاں کے

لوگوں کو قید کر کے یورپ کی منڈیوں میں فروخت کرنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے تنگ آ کر انہیں تکلیف دینا شروع کر دی۔ اور حکومت کی آنکھیں بھی ان کے ظلم و ستم کو دیکھ کر کھل گئیں۔ چنانچہ گوا کے بڑے پادری نے پرتگال کے بادشاہ سے اس بارے میں شکایت کی۔

(الشرقاوی والصیاد: ملامح الہند والباکستان ص ۱۶۳ء

الشبال: تاریخ دولتہ آباطرۃ المغول الاسلامیہ فی الہند ص ۹۴، ص ۱۳۸)

شہزادہ سلیم کے بعد جب اس کا لڑکا شاہجہان سلطنت کے تخت پر بیٹھا اور اسے پرتگالیوں کے اس جور و ستم کا پتہ چلا تو تاریخ کے رپورٹرز بتاتے ہیں کہ اس نے ۱۶۲۷ء مطابق ۱۰۳۸ھ میں بنگال کے حاکم قاسم خان کو حکم دیا کہ عیسائیوں کے مراکز پر قبضہ کر کے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے تاکہ عوام الناس ان کے شرور و فتن اور ظلم و ستم سے نجات پا سکیں۔ بادشاہ کے اس حکم کا ملنا تھا کہ گورنر بنگال قاسم خان نے ہوگلی وغیرہ میں عیسائیوں کے مستحکم اور مضبوط قلعوں کو شاہجہانی فوج کے ذریعہ سے زمین بوس کر دیا اور بادشاہ کے حکم کے مطابق واقعی ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

ان خونریز معرکوں میں قریباً دس ہزار عیسائی مارے گئے اور چار ہزار کے قریب پابجولاں ہوئے۔ نیز ان دس ہزار ہندوستانیوں کو بھی پرتگالیوں کے قبضہ سے رہا کر دیا گیا جنہیں اس مقصد کے لئے جہاز میں قید کر کے رکھا گیا تھا تاکہ انہیں یورپ کی منڈیوں میں غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا جائے۔

لوگوں کو عیسائی بنانے کا پرتگالیوں کو اس قدر جنون تھا کہ وہ آزاد لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے تاکہ ان غلاموں کو ان کے آقا عیسائی بنا سکیں۔ کاش ہندوستان کے مسلمان بادشاہ لوگوں کو مسلمان بنانے کیلئے اس کے برعکس مثبت کوششیں کرتے تو آج ہندوستان کا نقشہ اس سے مختلف ہوتا۔ وہ مسلمان بادشاہ مفت میں بدنام بھی ہو گئے اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے انہوں نے کچھ بھی نہ کیا۔ کاش! پرتگالیوں کی مذہب کے بارے میں اس قسم کی کارروائیوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں کھلتیں۔

شاہ جہان کے بعد جب اس کا لڑکا اورنگ زیب عالمگیر ہندوستان کی سلطنت کے تخت پر بیٹھا تو پرتگالیوں کے ظلم و ستم اس کی نگاہ میں تھے۔ جو انہوں نے اپنے زیر اثر علاقوں کے لوگوں پر کئے تھے۔ چنانچہ اس نے اپنے وقت کے بنگال کے گورنر شائستہ خان کو حکم دیا کہ وہ پرتگالیوں کے رہے سہے مراکز کو بھی نیست و نابود کر دے تاکہ لوگ ہمیشہ کے لئے ان کے ظلم و ستم سے نجات پا جائیں۔ شائستہ خان نے اورنگ زیب کے اس حکم کی تعمیل کی اور پرتگالیوں کی قوت کے خاتمہ کے لئے بھرپور ایکشن لیا۔ اس مہم میں بنگال کے بحری بیڑے کی تین سو کشتیاں بھی کام میں لائی گئیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ولندیزی، فرانسیسی، اور انگریزی کمپنیوں نے بھی حکومت کی بھرپور مدد کی یہاں تک کہ جفنہ کے علاقوں کو پرتگالیوں کی دست برد سے رہا کرا لیا گیا۔ یہ ایکشن ۱۶۵۸ء میں لیا گیا۔ پرتگالیوں کے خلاف ولندیزی، فرانسیسی اور انگریزی کمپنیوں نے اس وجہ سے حکومت کا ساتھ دیا تھا کہ پرتگالیوں نے تجارت پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی۔ اور یہ بات ان کمپنیوں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ لہذا انہوں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنے ذاتی کینہ کی بناء پر پرتگالیوں کی اجارہ داری ختم کرنے میں حکومت کا ساتھ دیا۔

: (السادتی! تاریخ المسلمین فی شبہ القارۃ الهندیہ جلد ۲ ص ۱۹۳، ۲۱۹.
الشبال: تاریخ دولتہ اباطرۃ المغول الاسلامیہ فی الهند ص ۱۴۰، ۱۵۷)

۱۴۹۰ء میں جب پرتگالیوں نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر قدم رکھا تھا اسی وقت سے عیسائیت کی نشر و اشاعت کے بارے میں ان کی نیتیں طشت از بام ہو گئی تھیں۔ اور ہر شخص یہ جاننے لگا تھا کہ یہ تجارت کے لبادہ میں کیا کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ان کی سرگرمیاں بھی یہ بتاتی تھیں کہ ان کے باطن میں کیا کچھ ہے۔ انہوں نے بہت جلد ہی گوا اور دیگر ساحلی علاقوں پر گرجا گھر قائم کئے اور پانچ کیتھولک پادریوں کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ عیسائی مذہب کی اشاعت و تبلیغ میں دن رات ایک کر دیں۔ اس سے پرتگالی حاکموں کے شعور کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے عیسائی کیتھولک مذہب کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کو اپنی حکومت کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد سمجھتے تھے۔ یہ لوگ ہر گرجا گھر کی تعمیر و تاسیس اور اس کے دوسرے اخراجات باہر سے بھیجنے اور ہر گرجا گھر کو اپنے کلی تسلط کا حق دیتے اور کوشش کرتے کہ ہر گرجا گھر مشرق میں ایک حکومت قائم کرے۔
(بانیکارا آسیا و انسیطرۃ الغربیتہ ص ۱۲۲)

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ ۱۴۹۰ء میں پرتگالیوں نے ہندوستانیوں کے ساحلی علاقوں پر قدم رکھتے ہی چین اور گوا میں اپنی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے مختلف یورپی ملکوں سے تعلیم یافتہ، تجربہ کار اور سرگرم مبلغین منگوائے گئے۔ پاپائے روم کی طرف سے ۱۵۳۹ء میں ایک عیسائی کارکن فرانسس زیور کو جس نے پیرس میں تعلیم حاصل کی تھی اور نہایت متعصب کیتھولک عقیدہ کا عیسائی تھا عیسائی مبلغین کے وفد کا سربراہ بنا کر گوا بھیجا گیا۔ اس شخص نے گوا کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی عیسائیوں کے تبلیغی مرکز جانے کے بجائے ننگے پاؤں جذامیوں (کوڑھیوں) کے ہسپتال کا رخ کیا۔ وہاں اس نے مریضوں کے قدم چومے۔ ان کے زخم دھوئے اور اس طرح ان کے دل میں پہلے اپنا مقام بنا کر انہیں مسیحیت کی بشارت دی۔ مسیحیت کی تبلیغ کا یہ ایک انوکھا طریقہ تھا جو لوگوں کے جذبات کو اپیل کرتا تھا۔ اس طریقہ سے عیسائیت کے فروغ میں بہت کامیابی ہوئی۔ اور اسی طریقہ کو آج تک عیسائی اپنا رہے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے جگہ جگہ ہسپتال اور شفاء خانے کھولے ہوئے ہیں۔

۱۵۴۲ء میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ مسیحیت کی دعوت کا کام کرنے والوں کی ٹریننگ نہایت ضروری ہے تاکہ دعوت اور تبلیغ کا کام کسی سلیقے سے ہو اور اس کے اثرات بھی جلد ظاہر ہوں۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے "قدیس یونیورسٹی" کے نام سے گوا میں ایک تربیتی مرکز قائم کیا گیا اور ایشیاء کے پورے خطے میں عیسائی مبلغین کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ تبلیغ کے لئے جانے سے پہلے اس یونیورسٹی میں ٹریننگ حاصل کریں۔ اس کے علاوہ جاپان اور چین سے لوگوں کو اغواء کر کے یہاں لایا جاتا اور ان کو عیسائی مبلغوں اور مربیوں کی نگرانی میں زبردستی عیسائی بنایا جاتا۔

اگرچہ یہ طریقۂ تبلیغ پہلے سے بہت زیادہ مؤثر ثابت ہوا لیکن فرانسس زیور اس سے کوئی زیادہ مطمئن نہ تھا۔ اس نے اپنے منصوبے کے مطابق تمام عیسائی مبلغین کے لئے یہ ضروری قرار دیا کہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ چین و جاپان کے ادیان و مذاہب اور ان ملکوں کے باشندوں کی عقلی و فکری اور سماجی و معاشی حالات کا گہرا مطالعہ کریں اور

ان کی سطح پر اتر کر ان سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کریں۔ ان ملکوں کی زبان سیکھیں اور یہاں کے اطوار و عادات اور رسوم و رواج پر گہری نظر رکھی جائے۔ اس منصوبے نے آگے چل کر عیسائی مبلغین کو خاصا فائدہ پہنچایا۔ کیونکہ یہ تبلیغ کا ایک سائنٹیفک طریقہ تھا۔

(برنارولولیس: الغرب والشرق الاوسط ص ۴۹)

پرتگالیوں نے ۱۵۳۰ء میں گوا پر قبضہ کیا۔ قبضہ کرتے ہی انہوں نے گوا میں اسپین کی طرز پر ایک ایسی عدالت قائم کر دی جو لوگوں کے عقائد و خیالات کی چھان بین کر کے زبردستی ان کو عیسائیت کے دائرہ میں داخل کرتی۔ جو لوگ عیسائیت میں داخل ہونے سے انکار کرتے ان کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا جاتا۔ کسی غیر مسیحی کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ کوچین اور گوا کے علاقوں میں رہ سکے۔ کم سن بچے اور بچیاں بھی ان کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھیں۔ چنانچہ کم سن بچوں، بچیوں اور یتیم بچوں کو اغواء کر کے عیسائی مراکز میں رکھا جاتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد انہیں پرتگال کی راجدھانی لشبونہ بھیج دیا جاتا۔ جہاں انہیں باقاعدہ عیسائی بنانے کا کام شروع کر دیا جاتا۔ اور اگر وہ نرم طریقے سے عیسائی نہ ہوتا تو پھر ہر سخت سے سخت طریقہ سے اسے عیسائی بنانے کے لئے آزمایا جاتا۔ چنانچہ ان صغیر السن اور یتیم بچوں کو عیسائی بنانے کے لئے بڑے بڑے بھیانک طریقے اختیار کئے گئے۔

(تاریخ المسلمین فی شبہہ القارۃ الہندیہ جلد ۲ ص ۱۹۱)

تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ گوا کے صرف ایک علاقے سے تین سال کے قلیل عرصہ میں چھ ہزار ایسے بچے اغواء کر کے لشبونہ بھجوائے گئے جن کی عمر ابھی چودہ سال نہیں ہوئی تھی۔

(صور من الاستعمار ص ۶۷-۶۹)

ان لوگوں کے سروں میں لوگوں کو عیسائی بنانے کا ایسا بھوت سوار تھا کہ ان کے ہاتھ جو بھی لگتا یہ لوگ اسے عیسائی بنانے کے لئے لشبونہ بھیج دیتے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ممتاز محل کی دو خادماؤں کو اغواء کیا اور کچھ عرصہ پاس رکھنے کے بعد انہیں بھی لشبونہ بھیج دیا۔

(الساداتی: تاریخ المسلمین فی شبہ القارۃ الہندیۃ جلد ۲ ص ۱۹۱)

ان لوگوں نے بچوں کو اغواء کر کے عیسائی بنانے کی مہم کو بڑا کامیاب سمجھا۔ چنانچہ اس کو مزید کامیاب بنانے کے لئے انہوں نے کچھ عرصہ کے بعد لشبونہ سے مزید فوج گوا اور کوچین اس مقصد کے لئے بھیجی تاکہ دیہاتوں اور شہروں سے بچوں کو زبردستی اغواء کیا جائے اور اگر کسی صورت ان کے اغواء میں ناکامی ہو یا ان کے اغواء میں کوئی مزاحمت ہو تو شہروں اور دیہاتوں کے غریب اور فاقہ کش لوگوں سے ان کے بچے اونے پونے میں خرید لئے جائیں۔ چنانچہ صرف ایک سال یعنی ۱۵۴۸ء میں دس ہزار اور ۱۵۶۰ء میں تیرہ ہزار بانوے ہندوؤں کو زبردستی عیسائی بنا لیا گیا۔ ہر سال اس تعداد میں کچھ اضافہ ہوتا رہا۔ چنانچہ ۱۵۷۸ء تک زبردستی عیسائی بنائے جانے والے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہو گئی۔

۱۵۸۸ء میں ایک نو مسیحی پرسورام جوشی عیسائیت کی تعلیم لینے کے بعد پادری کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اس کے بعد مزید نو ہزار چار سو ہندو پنڈتوں کو عیسائی بنا کر تبلیغ کے لئے چین اور جاپان بھیجا گیا۔

ایک طرف اس زور و شور سے عیسایت کی دعوت کا کام جاری تھا اور لوگوں کو زبردستی مسیحیت کے حلقہ میں داخل کیا جا رہا تھا لیکن دوسری طرف ان سب باتوں کے باوجود پرتگالیوں کو اس بات کا احساس تھا کہ یہ طریقہ غلط ہے۔ اور اس طرح انہیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو رہی۔ خصوصاً برہمنوں نے ابھی تک معقول تعداد میں عیسائیت کو قبول نہیں کیا تھا اور اگر یہ برہمن لوگ دین مسیحی کو قبول کر لیں تو تمام ہندو ہمارے دین کو قبول کر لیں گے۔

(لکان جمیع الوثینین قد اعتقوا دیننا) چنانچہ پرتگالیوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے فوج کا سہارا لیا جس نے مندروں پر دھاوا بول کر ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ہندوؤں کو مجبور کر دیا کہ وہ دین مسیحیت کو قبول کر لیں۔ (صور من الاستعمار ص ۶۹)

جب لوگوں کو زبردستی عیسائی بنانے کے جنون میں اور جوش پیدا ہوا تو پرتگالیوں نے مختلف احکامات اور قوانین کے ذریعہ اپنی مقبوضات کو غیر عیسائیوں کے وجود سے یک قلم بے دخل کر دیا۔ مثال کے طور پر ۱۵۵۹ء میں یہ فرمان جاری ہوا کہ تمام پرتگالی مقبوضہ علاقوں میں طبی خدمات صرف اور صرف عیسائی ہی سرانجام دیں گے۔ ایک دوسرے سرکلر کے ذریعہ صرف عیسائیوں ہی کو سرکاری عہدہ کا اہل قرار دیا گیا۔ ایک اور فرمان شاہی میں یہ کہا گیا کہ جو ہندو بچے یتیم ہو جائیں ان کی نگرانی اور تربیت عیسائیوں کے ذمہ ہو گی اور وہی ان کے والی وارث ہوں گے۔

ایک اور سرکلر کے ذریعہ عیسائی پادریوں کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ گوا کے تمام علاقوں سے غیر عیسائیوں میں سے جس کو چاہیں بے دخل کر سکتے ہیں۔ ہاں اگر وہ مسیحیت قبول کر لے تو وہ اس قانون سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ قانون اس پر لاگو نہ ہو گا۔ اسی طرح پادریوں کو اس بات کا بھی پورا پورا اختیار دیا گیا کہ جو شخص مسیحیت قبول نہ کرے اس کو زندہ جلا دیا جائے یا اس پر اتنا تشدد کیا جائے کہ وہ اس دنیا ہی سے کوچ کر جائے۔

تاریخ کے رپورٹر یہ بتاتے ہیں کہ اس حکم اور تفویض کے مطابق واسکوڈی گاما نے ان سینکڑوں مسلمانوں کو سمندر میں غرق کروا دیا جو حج بیت اللہ کے ارادہ سے جہازوں پر سوار ہو کر حجاز مقدس جانا چاہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پرتگالی عیسائیوں میں اس قدر مذہبی تعصب تھا کہ وہ کسی غیر مسیحی کو زندہ دیکھنا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ خصوصاً مسلمانوں سے ان کو خاص عداوت تھی کیونکہ وہ ان کو اپنا براہ راست حریف سمجھتے تھے۔ اسی طرح ایک اور پادری البیڈا کے متعلق کتابوں کے اوراق بتاتے ہیں کہ جو مسلمان خواتین عیسائیت قبول نہیں کرتی تھیں وہ ان کی آنکھیں پھوڑ دیتا تھا۔ ایک اور پادری بوکوبرک کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ مسلمان خواتین کی ناک اور مسلمان مردوں کے ہاتھ کاٹ کر انہیں زندہ جلا دینے میں لذت محسوس کرتا تھا۔ اس ذلیل پادری نے پرتگالی بادشاہ کو ایک خط میں بڑے فخر سے لکھا کہ:

"میں نے شہر میں کسی مسلمان کی عمارت قائم و سالم نہیں رہنے دی۔ جو مسلمان بھی میرے ہاتھ لگ جاتے ہیں میں انہیں زندہ جلا دینے کا حکم دیتا ہوں"۔

یہ پادری (بوکوپرک) ان مسلمان علماء کو بھی زندہ جلا دیتا تھا۔ جو مسلمانوں کو عیسائیت قبول نہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اس طرح اس ظالم اور ذلیل شخص کے ہاتھوں سینکڑوں علماء زندہ جلائے گئے۔ آگ میں بھونے گئے بلکہ ہزاروں خواتین، بچوں اور بوڑھوں تک کو نذر آتش کیا گیا۔ یہ سفاکی کی ایک بڑی بھیانک مثال تھی اور عیسائی پادریوں کا مذہب کے پردہ میں ظلم و ستم کا ایک زندہ ثبوت۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صور من الاستعمار ص ۳۷-۳۸، السادتی: تاریخ المسلمین فی شبہ القارۃ الہندیۃ جلد ۱ ص ۲۱۱، جلد ۲ ص ۹۷، الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ ص ۵۹۷)

لوہے کی زنجیریں، بندوقوں کی سنگینیں، جیل خانوں کی کوٹھڑیاں، عدالتوں کے کٹہرے اور پھانسی کے پھندے سب کے سب اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ غلاموں اور آقاؤں، مذہبی پیشواؤں اور ان کے زیردستوں کے درمیان نفرت اور تشدد کے بادل اس تیزی کے ساتھ برسے کے سارا ملک لہو سے داغدار ہو گیا۔ آسمان و زمین کے درمیان خون بے گناہ کی لکیر کھنچ گئی جس کے دونوں جانب پرتگالی قانون کے نخچیر تڑپتے نظر آتے تھے۔ مذہبی رہنماؤں اور ان کے زیردستوں کے درمیان اعتماد کی ساری گرہیں ڈھیلی پڑ گئیں۔ رعایا کے گریبان راعی نے نوچ ڈالے اور قانون کے محافظوں نے قانون کے گریبان کی دھجیاں اڑا دیں۔ اور لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کرنے والے اپنے ہاتھوں سے لوگوں کی جان و مال کو ظلم و ستم کے تیشہ سے تباہ و برباد کرنے لگے۔ تاریخ کے اوراق اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے خون کے آنسو روتے ہیں۔ کہ ایک خاص تقریب کے موقع پر جنوبی ہند کے ساحلی شہروں اور دیہاتوں پر بوکوپرک کی فوجوں نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے ایک دن میں چھ ہزار مسلمان مردوں کو اس طرح تہ تیغ کیا کہ گلیاں اور سڑکیوں خون میں نہا گئیں۔ خود گوا جیسے شہر کی جامع مسجد میں خواتین، بوڑھوں، اور بچوں کو جمع کر کے چاروں طرف سے آگ لگا دی اور یہ سب مسجد میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ پھر بڑے چاؤ کے ساتھ اور داد حاصل کرنے کے لئے یہ سارا واقعہ پرتگالی بادشاہ کو ایک خط میں لکھا گیا کہ:

"میں (بوکوپرک) نے اس کے بعد پورے شہر کو جلا کر راکھ کر دیا اور ہر شخص کی گردن پر تلوار رکھ کر اس گردن کو اس کے جسم سے جدا کر دیا۔ اور جہاں کہیں بھی ہم نے کسی مسلمان کو پایا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہم نے ایسا کیا کہ چھ ہزار مسلمانوں سے مسجد کو بھر لیا پھر اس کو چاروں طرف سے آگ لگا دی یہاں تک کہ وہ چھ ہزار نفوس جل کر راکھ ہو گئے اور اے میرے آقا! (یعنی پرتگالی بادشاہ) یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا جو آغاز و انجام کے لحاظ سے بہت اچھا تھا"۔

(صور من الاستعمار ص ٦٦)

چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ مسلمان مردوں کو زندہ جلا کر ان کی لڑکیوں اور بیویوں کو عیسائی حکام کے حوالے کر دیا جاتا تاکہ وہ ان کو لونڈیاں بنا کر رکھیں۔ پھر ان کی شادی عیسائی مردوں سے کر دی جاتی تاکہ ان کا وجود ہی تحلیل ہو کر رہ جائے۔

(صور من الاستعمار ص ٦٦)

۱۵۴۰ء میں یوحنا سوم نے یہ فرمان جاری کیا کہ گوا اور کوچین کے علاقوں میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے جو

وقاف یا دینی مراکز ہیں ان کو زمین بوس کر کے ان کی جگہ گرجا گھر تعمیر کئے جائیں اور ان اوقاف کی آمدنی کو مسجد یا مندر پر صرف کرنے کے بجائے گرجا گھروں پر صرف کیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساڑھے تین سو مسجدوں اور مندروں کو پرتگالی فوجوں نے منہدم کر دیا۔ جہاں بعد میں گرجا گھر تعمیر کئے گئے۔ چنانچہ سینٹ پال نامی گرجا جو گوا میں واقع ہے وہ ایک مسجد کو گرا کر بنایا گیا تھا۔ علاوہ ازیں مقدسہ کیتھرائن کا گرجا بوکویرک پادری نے خود ایک جامع مسجد کو گرا کر بنایا۔ اسی طرح فرانسس، ڈی، اسیسی کا گرجا بھی ایک مسجد کو گرا کر بنایا گیا۔

(صور من الاستعمار ص ٦٦، نیز ملاحظہ ہو مقدمۃ التحقیق لکتاب اظہار الحق ص ۲۲-۲۳)

یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب ہندوستان پر مغلیہ خاندان کی حکومت تھی اور وہ اپنے کو مسلمان کہتے تھے۔ آنے والی نسلوں نے انہیں بہت بدنام کیا کہ وہ بہت متعصب مسلمان تھے لیکن یہ واقعات ان کی غفلت اور بے حمیتی کی نشان دہی کرتے ہیں۔

معلوم نہیں کیا وجہ تھی کہ پرتگالیوں کی طرح انگریزوں نے بھی ہندوستان کے مسلمانوں ہی کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور ہندومت کے بجائے انہیں اسلام ہی سے زیادہ دشمنی رہی۔ چنانچہ ولیم ہوارڈسل کے ان الفاظ سے انگریزوں کی اسلام دشمنی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:-

"ہماری مخالفت اور عناد پروان محمد سے کہیں زیادہ شدید ہے۔ بمقابلہ اس اختلاف کے جو ہمارے اور شیو اور وشنو کے پجاریوں کے درمیان ہے۔ یہ لوگ (مسلمان) ہماری حکومت کے لئے زیادہ خطرناک ہیں۔ اگر ہم ان روایات کو اکھاڑ پھینکتے اور اپنی طاقت اور کوشش سے محمد ﷺ کی مسجد کو مسمار کر دیتے تو یہ مسیحی عقیدہ اور ہماری برطانوی حکومت کے حق میں یقیناً بڑا اچھا ہوتا۔"

(منقول از "ذکر و فکر" ص ١٦ جون ١٩٨٨ء مضمون مولانا حسن مثنیٰ ندوی)

انگریزوں کے مسلمانوں پر ظلم و ستم اور وحشت و درندگی کے لئے ملاحظہ ہو کفاح المسلمین فی تحریر الہند از عبدالمنعم نمر، نیز اذہبت ریح الایمان لابی الحسن علی الندوی صفحہ ١٩٤-٢٠٠

پرتگالی وحشت و درندگی اور جبر و تشدد سے انسان تو انسان جانور اور درخت تک محفوظ نہ تھے۔ تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ:

"١٥٥٥ء میں کانا کور شہر میں نو ہزار مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے پالتو جانوروں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ نیز ان کے ۴۰ ہزار درختوں کو کاٹ کر جلا دیا گیا"۔

(صور من الاستعمار ص ۳۸)

ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر مظلوموں کے دل میں ظالموں کے خلاف نفرت کا لاوا پکنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس نفرت کو نہ پھر بندوقوں کی گولیاں، جیل خانوں کی کوٹھڑیاں اور پھانسی کے پھندے ختم کر سکتے ہیں اور نہ ظلم و ستم کا کوئی اور حربہ، مظلوموں کی نگاہوں کے میل اور دلوں کی کدورت کو کوئی شے ختم نہیں کر سکتی۔ حکومت کا مقصد رعایا پر ظلم و ستم نہیں بلکہ ان کے دلوں میں محبت و یگانگت کی تخم ریزی ہوتی ہے۔ گوا کے پرتگالی حکمرانوں کو بڑی دیر کے بعد احساس ہوا کہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ ان کا رویہ نہایت شرمناک ہے۔ رعایا سلطنت کے

باغ کے پودے ہوتی ہے۔ باغبان جب پودوں کی تخم ریزی اور پھر آبیاری کرتا ہے تو ان کے جوان ہونے تک سیل و نہار کی محنت اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ روز و شب کی ستم ظریفیوں سے انہیں محفوظ رکھے۔ موسم کے نشیب و فراز بھی پھول آنے تک سدراہ ہوتے ہیں۔ باغبان کی تمنائیں موسم سے بھی دست و گریبان ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں تو معاملہ الٹا تھا باغباں قہر اور ظلم اور تیشۂ ستم سے گلستان کے ہر نخل کو بیخ و بن سے کاٹ رہا تھا۔ رعایا ملک چھوڑ کر بھاگ رہی تھی اور جو بھاگ نہ سکے وہ وحشت و درندگی کی نذر ہو گئے۔

ان سب چیزوں کو بعض بااختیار انتظامیہ کے لوگوں نے محسوس کیا اور انہیں اس بات کا شدید احساس ہوا کہ لوگوں کو عیسائی بنانے کا جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہوا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ رعایا کے قلب و نظر پر اس کے اثرات الٹے پڑ رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لشبونہ کے حکام کو اس بارے میں لکھا کہ لوگوں کو مسیحیت کی دعوت کے لئے جبر و تشدد کے یہ جو طریقے اختیار کئے گئے ہیں ان کو ختم کیا جائے اور شفقت و محبت کی نیو پر دعوت کی عمارت کو کھڑا کیا جائے۔ لیکن لشبونہ کے حکمرانوں کے دل و دماغ پر خون سوار تھا۔ انہوں نے ان سفارشات کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور ظلم و ستم کے وہ تمام حربے جاری رکھنے کی ہدایت دی جو کئی سالوں سے رعایا کا مقدر بن چکے تھے۔ اور جن حکمرانوں نے خزاں سے بہار چھین کر گل و گل چین کے رشتہ کی نیو اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ انہیں سوائے مایوسی کے اور کچھ نہ ملا۔ لہٰذا حالات میں کوئی سدھار پیدا نہ ہوا۔ غیر ملکی حکمران غلام رعایا کے ساتھ باہم دست و گریبان رہے۔ آدمی کے لہو سے آدمیت کی ذلت چمکنے لگی۔ دلوں کے انگارے بدبو دینے لگے اور خار مغیلاں بھی خون انسانی سے لالہ و گل کی رنگت حاصل کرنے لگے۔

یہ تو پرتگالیوں کی داستانِ ظلم کی چند جھلکیاں تھیں جو انہوں نے عیسائیت کے فروغ اور تبلیغ کے لئے کئے۔ انگریزوں نے ہندوستان کے ساتھ اپنے دین کی نشر و اشاعت اور لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے جو کچھ کیا وہ داستان ظلم بھی اس سے کوئی مختلف نہیں۔ انگریزوں کے ہندوستان میں وارد ہونے پر اگرچہ بہت سے غدارانِ وطن نے جو بعد میں جاگیردار اور بڑے بڑے زمیندار کہلائے ان کا ساتھ دیا اور پوری ہندوستانی قوم کو انگریز کے پنجۂ استبداد میں پھانسنے کی سر توڑ کوشش کی۔ لیکن جب قفس کی تیلیاں ٹوٹیں تو بہار ان سے روٹھ چکی تھی اور شبنم کے آنسو ہچکیاں لے رہے تھے۔ بادِ نسیم ان کے لیے موت کی مضراب لے کر ان کے استقبال کو آئی۔ اور ان لوگوں نے قوم سے غداری کر کے اور غیر ملکی حکمرانوں کا ساتھ دے کر غیر معینہ وقت تک کے لئے اہلِ وطن کو غلامی کے لئے پابند سلاسل کر دیا۔

پرتگالیوں نے یورپ میں ہندوستان کی زرخیزی و شادابی اور خوشحالی کا زبردست پراپیگنڈہ کیا تھا۔ جس کی وجہ سے کئی ملکوں اور کئی لوگوں کے منہ سے رال ٹپکنے لگی۔ پرتگالیوں نے یہ خوشخبری بھی عیسائی دنیا کو دی تھی کہ وہاں عیسائیت کے فروغ اور اس کی نشر و اشاعت کے سنہرے مواقع ہیں۔ ان خبروں کے سننے کے بعد یورپی قزاقوں نے بڑی تعداد میں ہندوستان کا رخ کیا تاکہ اس سونے کی چڑیا پر جلد از جلد قبضہ کر سکیں۔ سترھویں صدی میں فرانسیسی اور ولندیزی تاجروں نے سورت اور گجرات میں اپنے تجارتی مراکز قائم کر دیئے۔ ان کی تجارتی سرگرمیاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ انہوں نے مالابار کے ساحل پر واقع تمام پرتگالی مراکز پر قبضہ کر لیا۔ اس سے قبل فرانسیسیوں

نے ان مراکز پر قبضہ کیا تھا لیکن آخر میں انگریزوں نے پرتگالیوں اور فرانسیسیوں اور ولندیزیوں کا پتا ہندوستان سے کاٹ دیا اور خود بلا شرکت غیرے ہندوستان کے مالک بن گئے۔

(السادتی تاریخ المسلمین فی شبہ القارۃ الہندیہ جلد ۲ ص ۱۸۱، حضارۃ الہند ص ۲۴۰ محنتہ فی الفردوس لنور الدین داؤد ص ۲۳)

سب سے پہلا انگریز جس نے سرزمین پاک و ہند پر قدم رکھا تھا وہ پادری تھامس سٹیفنز (STEPHENS THOMAS) تھا جو ۱۵۷۹ء میں گوا آیا تھا۔ تین اور انگریز ہندوستان آئے اور انہوں نے ۱۵۹۹ء میں شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت میں ہندوستان کے تعاون و اشتراک سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ ۱۶۰۱ء میں ملکہ الزبتھ اوّل نے یہ فرمان جاری کیا کہ "لندنی تاجروں کی کمپنی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ معاملہ کرے گی"۔ اس کمپنی کو یہ حق دیا گیا کہ وہ جس غیر مسیحی کے ساتھ چاہے صلح یا جنگ کرے۔

۱۶۰۸ء میں ولیم ہاکنز برطانوی سفیر بن کر ہندوستان آیا۔ اس نے برطانوی سفیر کی حیثیت سے انگلستان کے بادشاہ جیمز اول کا ایک خط شہنشاہ جہانگیر کی خدمت میں پیش کیا۔ اس خط میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ ہندوستان میں انگریزوں کو تجارتی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ لیکن شہنشاہ جہانگیر نے اس کی یہ درخواست مسترد کر دی۔ بعد میں مسٹر تھامس رو ۱۶۱۲ء میں انگلستان کے بادشاہ کا پیغام دوبارہ لے کر آیا تو انہیں یہاں فیکٹری لگانے اور تجارت کرنے کی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد ان کے کارخانے اور فیکٹریاں پورے ہندوستان میں پھیلتی گئیں۔ اور غدر و خیانت اور مکر و خباثت سے انگریزوں نے سارے ہندوستان پر اپنے قدم جما لئے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں انہیں ایک خاص مقام حاصل ہو گیا۔ بنگال اور بعض دوسرے ساحلی علاقوں میں انہوں نے بڑی بڑی فیکٹریاں اور تجارتی مراکز قائم کر لئے۔

انگریز نے یہ سیاست کی کہ جس جگہ پر رہے انہوں نے رہائش کے لئے مخصوص جگہ کا انتخاب کیا۔ اس طرح تجارتی قافلوں اور کاروبار کی حفاظت کا بہانہ بنا کر انہوں نے اپنی مخصوص فوج بھی تیار کر لی۔ مغل فوجوں اور حکام نے اپنی دور نااندیشی کی وجہ سے انگریزوں کی اس فوجی تیاری کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا کہ یہ لوگ تجارت پیشہ ہیں اور مغلیہ خاندان کی ایک طاقتور اور مستحکم حکومت کے لئے یہ کسی طرح خطرہ نہیں بن سکتے۔ اس چیز کو اس بات سے بھی تقویت ملی کہ ابتدائی مراحل میں انگریزوں اور مغل فوجوں کے مابین ایک معرکہ ہوا جس میں انگریزی فوجوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مغل حکام اس چھوٹے سے واقعہ سے انگریزوں کے خطرات سے اپنے کو بالکل محفوظ سمجھنے لگے۔ لیکن اس کے برعکس انگریزوں نے اپنے ان فوجیوں کی ناکامی سے یہ سبق سیکھا کہ انہوں نے اپنے کو مزید طاقتور بنانا شروع کر دیا تاکہ آئندہ کے معرکوں میں ان کی فوج کو ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔

دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں عیسائیوں کی تعداد بہت کم تھی اور عیسائی مبلغین نے بھی اپنا تبلیغی کام اس زور و شور سے شروع نہیں کیا تھا۔ اس لئے انگریزوں کے ساتھ بدگمانی کے بجائے حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اس بات کی اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنی کمپنیوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ مدغم کر دیں۔ لیکن انگریزوں نے اس رعایت سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اس وجہ سے سلطان اورنگ زیب عالمگیر ہو گئی اور دوسرے علاقوں میں انگریزوں کے

مضبوط ٹھکانوں کو تباہ و برباد کرنے پر مجبور ہو گئے۔ انگریزوں نے بادشاہ سے اپنی غلطی کی معذرت چاہی۔ چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر نے انہیں معاف کر دیا اور انہیں دوبارہ اپنے کارخانوں، فیکٹریوں اور کمپنیوں کے قیام کی اجازت مل گئی جس کے بعد ہی کلکتہ شہر کی داغ بیل پڑی۔

(تشریح جثتہ الاستعمار ص ۲۱۲، نشأۃ باکستان ص ۳۰، تاریخ المسلمین فی شبہ القارۃ الہندیۃ جلد ۲ ص ۱۸۱، ص ۱۸۴، ۲۳۵، ۲۴۸، حقائق عن باکستان ص ۲۷)

حسن انتخاب

سید نذیر نیازی مرحوم

"قادیان، دارالشیطان"

مشہور ماہرِ اقبالیات سید نذیر نیازی مرحوم (۱۹۰۰-۱۹۸۱ء) کے والد صاحب ایک زمانہ میں بسلسلہ ملازمت دینانگر (گورداسپور) میں مقیم رہے۔ وہیں نیازی صاحب نے سکول میں داخلہ لیا۔ البتہ میٹرک کا امتحان قادیان کے ایک سکول سے پاس کیا۔ اس زمانۂ تعلیم کے بارے میں ایک واقعہ انہوں نے خود سنایا۔

ہمیں سکول میں تاریخ اسلام کے معروف مرتب اکبر شاہ خان نجیب آبادی پڑھاتے تھے۔ انہوں نے ایک روز ہمیں خط لکھنے کا طریقہ سکھایا۔ تو اُوپر کونے میں لکھا: "از قادیان۔ دارالامان" مجھے اپنے گھر کے دینی ماحول کے باعث اس زمانے میں بھی معلوم تھا کہ مرزائیت غیر اسلامی تحریک ہے چنانچہ میں نے اپنی کاپی پر قادیان دارالامان کی بجائے لکھا: "قادیان دارالشیطان"۔

اکبر شاہ خان مرحوم نے میری کاپی دیکھی تو آپے سے باہر ہو گئے اور میرے ہاتھ پر تڑاخ تڑاخ بید لگانے لگے۔ پھر یہ بات آئی گئی ہو گئی۔ کئی سال بعد ۱۹۲۸ء میں ایک روز میں علامہ اقبال کے ہاں میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں تھا کہ علامہ کے ملازم علی بخش نے اندر آ کر علامہ سے کہا، ایک صاحب اکبر شاہ خان نجیب آبادی ملنے آئے ہیں۔ وہ اب مجھے پہچانتے نہیں تھے لیکن میں تو خوب پہچانتا تھا۔ میں نے جب انہیں بتایا کہ میں اُن کا شاگرد رہا ہوں اور انہوں نے مجھے مذکورہ واقعہ پر سزا دی تھی تو وہ افسوس کرنے لگے کیونکہ وہ اب مرزائیت سے تائب ہو چکے تھے۔

"سید نذیر نیازی، حیات اور تصانیف"، (نسیم اختر) مقالہ ایم اے اُردو ۱۹۸۳ء، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔